مسئلہ ایمان پر ایک اجمالی نظر

(از جناب مولانا حکیم محمد بشیر صاحب مبارکپوری رحمانی)

چونکہ لفظ ایمان کا لغوی معنی ایمان کے شرعی معنے سے تعلق رکھتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ پہلے ایمان کا لغوی معنی بیان کر دیا جائے تاکہ آنیوالی بحث کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ کتب لغت میں لفظ ایمان کا معنی صرف "تصدیق" ہے عام ازیں کہ وہ چیز جس کی تصدیق کی گئی ہے اچھی ہو جیسے كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (پ ۳ ع ۸) یعنی نبی اور انکی امت کے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں کی تصدیق کی یا وہ چیز جس کی تصدیق کی گئی ہے بری ہو جیسے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ (پ ۵ ع ۵) یعنی اہل کتاب جبت اور طاغوت (قریش کے دو بتوں) کی تصدیق کرتے ہیں اور ان پر یقین رکھتے ہیں۔

اتفاق اور اختلاف | اگرچہ اسلام کے جملہ مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی بھی انسان ایمان شرعی کے بغیر اُخروی نجات ہرگز حاصل نہیں کر سکتا مگر پھر بھی بعض اہل مذہب دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں۔ یہ اختلاف دو طرح پر ہے۔ پہلا اختلاف خود ایمان شرعی کی حقیقت ہی میں ہے یعنی اس بات میں کہ ایمان شرعی کیا چیز ہے؟ دوسرا اختلاف ایمان کی کیفیت میں ہے یعنی اس بات میں کہ ایمان شرعی آیا کم زیادہ ہوتا ہے یا نہیں؟ لہذا ہر ایک اختلاف اور اس سے متعلق بحثوں کو علیٰ سبیل الترتیب مجملاً عرض کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل +

پہلے اختلاف میں پہلا مذہب | تقریباً تمام صحابہ و تابعین اور جملہ محدثین وائمہ دین رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ دل کی تصدیق و یقین اور زبان سے اقرار اور کتاب و سنت پر عمل ان تینوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ تصدیق و اقرار اصل الاصول اور رکن الارکان ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کا کوئی بھی عمل بارگاہ الٰہی میں قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ فافضلھا قول لا الٰہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۲) حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے بہتر کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا اور سب سے ادنیٰ کسی موذی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا ہے۔ حیا بھی ایمانی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔ یعنی ایمان ایک ایسے درخت کی طرح ہے جس کی بہت ساری شاخیں ہیں پس تصدیق و اقرار بمنزلہ اس پہلی شاخ کے ہے جس پر ساری شاخوں کا دارمدار ہے جسے تنہ کہتے ہیں اور باقی اعمال اور دوسری شاخوں کی طرح ہیں پس جس طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف تنہ ہی

درخت ہے اور شاخیں حقیقت درخت سے باہر ہیں۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صرف تصدیق ہی ایمان ہے اور اعمال زوائد ہیں نیز جس طرح بعض شاخوں کے کاٹ لینے سے درخت میں نقصان تو ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی وہ درخت ہی رہتا ہے اسی طرح انسان کی بعض بداعمالیوں کی وجہ سے ایمان میں نقصان تو ضرور ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی وہ ایمان ہی رہتا ہے یہی مطلب اس حدیث کا ہے جس میں فرمایا گیا ہے وان زنی وان سرق (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۱۱) یعنی مومن سے اگر کبھی چوری یا زناکاری سرزد ہو جائے جب بھی وہ مومن ہی رہتا ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ مومن کامل نہیں رہتا یہی مطلب اس حدیث کا ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن الحدیث (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۱۱) یعنی زانی اور چور بوقت زنا یا چوری کے مومن کامل نہیں رہتے کیونکہ زنا وغیرہ بدکاریوں سے ان کے ایمان میں نقصان اور کمی ہو جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان شرعی تصدیق، اقرار، عمل کے مجموعہ کا نام ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک پر بھی بطور مجاز ایمان کا اطلاق کر سکتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ یہاں پر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مان لیجئے کہ "تصدیق" ایمان کی شاخوں سے ایک شاخ ہی سہی مگر جبکہ محض اسی تصدیق ہی سے اخروی نجات ہو سکتی ہے جیسا کہ حدیث من مات وھو یعلم انہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۱۵) سے ظاہر ہے یعنی جو شخص کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کی تصدیق پر مریگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پس جب محض تصدیق ہی سے نجات ہو سکتی ہے تو عمل کی ضرورت؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ نجات بغیر ایمان کے نہیں ہو سکتی پس ثابت ہوا کہ جس طرح ایمان مجموعہ کا نام ہے ایسے ہی محض تصدیق کا بھی۔ اس شبہ کا ازالہ بدو وجہ ہے۔ اولاً اسلئے کہ یہاں صرف ایک جزء کو بولکر پورا مجموعہ مراد لیا گیا ہے جیسے عربی میں رقبۃ (گردن) بولکر پورا انسان مراد لیا جاتا ہے پس جس طرح محض تصدیق ہی کو ایمان کہنے والے یہاں پر یہ بات مانتے ہیں کہ اس جگہ تصدیق کلمہ توحید سے صرف تصدیق باللہ ہی نہیں مراد ہے بلکہ مجموعہ تصدیقات یعنی تصدیق باللہ، تصدیق بالرسول، بالملٰئکۃ، بالکتب السماویہ، بالیوم الآخر، بالقدر خیرہ وشرہ وغیرھا سب کی سب مراد ہیں۔ لیکن چونکہ تصدیق باللہ باقی اور تمام تصدیقات سے اہم اور افضل ہے لہٰذا صرف اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ تصدیق چونکہ عمل سے اہم اور افضل ہے اسلئے صرف اہم ہی کا ذکر کیا گیا لیکن مراد تصدیق و عمل سب ہیں۔ ثانیاً حدیث میں ہے ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۱۲) یعنی جس بندہ نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسی پر اسکا خاتمہ بھی ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک جگہ ہے۔ وعزتی و جلالی وکبریائی وعظمتی لاخرجن منھا من قال لا الٰہ الا اللہ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۴۹۴) اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جہنم سے ضرور نکالوں گا ان دونوں حدیثوں میں تصدیق کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ جہنم سے نکلنے اور جنت میں داخل ہونیکا سارا دارومدار صرف اقرار پر ہے۔ کیا آپ

کہیں گے کہ ایمان فی الحقیقت محض زبانی اقرار کا نام ہے تصدیق ایمان سے خارج ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس محض بعض دلائل کی بنا پر حکم لگا دینا اور دوسرے دلائل سے آنکھیں بند کر لینا اسلامی شان نہیں۔ اب میں اس پہلے مذہب کے چند دلائل مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتا ہوں امید ہے کہ آپ بغور پڑھیں گے۔

پہلی دلیل وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (پ ۲ ع ۱۶) یعنی اللہ تعالیٰ تحویل قبلہ سے پہلے کی نمازیں ضائع نہیں کرے گا۔ تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہاں ایمان سے مراد نماز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نماز جو عمل ہے ایمان میں داخل ہے۔ لہذا ایمان محض تصدیق ہی نہیں بلکہ تصدیق و اقرار اور عمل کا مجموعہ ہے۔

دوسری دلیل قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ (الی) وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۔ ترجمہ مومنین یعنی خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے۔ لغویات سے پرہیز کرنیوالے۔ زکوٰۃ دینے والے۔ اپنی شرمگاہوں کو حرامکاری سے محفوظ رکھنے والے، امانتوں کو ادا کرنیوالے، عہدوں کو پورا کرنیوالے لوگوں نے اپنی مرادوں کو حاصل کر لیا۔ ان آیات میں اللہ عز اسمہ نے واضح کر دیا کہ نماز باشرائط ادا کرنا ایمان ہے۔ لغویات سے پرہیز کرنا ایمان ہے۔ زکوٰۃ دینا ایمان ہے حرامکاری سے بچنا ایمان ہے۔ امانت کا ادا کرنا عہد کا پورا کرنا ایمان ہے۔ غرضکہ یہ سب کام ایمان میں داخل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کے کرنیوالوں کو مومن کہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان تصدیق و اقرار اور اعمال کا مجموعہ ہے۔

تیسری دلیل وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَّنَصَرُوا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (پ ۱۰ ع ۶) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ، رسولوں، ملئکہ وغیرہ کی تصدیق کی اپنے وطن کو محض اللہ کی رضامندی کیلئے چھوڑ دیا۔ اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے جان نثاروں کو اپنے یہاں جگہ دیا، ان کی جان و مال سے مدد کیا در حقیقت یہی لوگ مومن ہیں۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے تصدیق، ہجرت، جہاد، نصرت وغیرہ سب کو ایمان بتایا ہے جس سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ تصدیق و عمل کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

چوتھی دلیل قال اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شهادة ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس (متفق علیہ مشکوٰۃ صـ ۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس سے پوچھتے ہیں کہ ایمان باللہ جانتے ہو کیا چیز ہے؟ وفد نے عرض کیا کہ خدا اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی توحید کا اور اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرنا، نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ روزہ رکھنا۔ مال غنیمت سے پانچواں حصہ

امام وقت کو دینا ایمان ہے۔ کسقدر واضح اور صاف طور پر بتا دیا کہ تصدیق، اقرار، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سبھی ایمان میں داخل ہیں۔

پہلے اختلاف میں دوسرا مذہب حضرت امام ابو حنیفہ اور ابو منصور ماتریدی وغیرہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں ایمان شرعی جس پر اخروی نجات مترتب ہوتی ہے محض "تصدیق" ہے جو یقین کامل تک پہنچی ہو چکا ہے زبان سے اقرار کرے یا نہ کرے۔ کوئی عمل صالح کرے یا نہ کرے البتہ صرف دنیا میں اسلامی احکام جاری کرنے کیلئے تصدیق کے ساتھ اقرار کرنا بھی شرط ہے۔ یعنی تاوقتیکہ وہ زبان سے توحید ورسالت وغیرہ کا اقرار نہ کریگا دنیا میں اسلامی احکام اس پر جاری نہیں کئے جائینگے بلکہ کفر کے احکام اس پر جاری ہونگے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصدیق کی وجہ سے مومن ہے اور مستحق نجات ہے۔ اس مذہب کے دلائل ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

پہلی دلیل اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ (پ ۳ ع ۶۶) جن لوگوں نے اللہ، رسول، ملٰئکہ، قیامت وغیرہ کی تصدیق کیا۔ اور اچھے اعمال کئے اور نماز پڑھا اور زکوٰۃ دیا اُن کیلئے ان کی عبادتوں کا بدلہ ان کے رب کے پاس محفوظ ہے۔ تقریر استدلال یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں عَمِلُوْا کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے اور علم نحو کا مسئلہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا مغائر ہوتا ہے لہذا عمل ایمان کا مغائر ہوا پس معلوم ہوا کہ عمل ایمان سے خارج ہے اور ایمان محض تصدیق کا نام ہے

اسکا جواب سبحان اللہ کیا ہی نرالا استدلال ہے۔ چاول سفید ہے اسلئے کہ زمین گول ہے۔ بندہ نواز! ایمان لغوی یعنی تصدیق اور اعمال کے مابین بیشک مغائرت ہے لیکن اس سے کس طرح یہ لازم آتا ہے کہ ایمان شرعی جسے اوپر قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ایمان لغوی یعنی تصدیق اور اقرار اور اعمال کا مجموعہ ہے۔ اس ایمان شرعی میں اور اعمال میں آپس میں مغائرت ہے۔ کیا جہاں کہیں لفظ ایمان سے کوئی مشتق نظر آجائے وہ ایمان شرعی ہی پر دال ہوگا۔ کیوں صاحب! یومنون بالجبت والطاغوت میں بھی کیا ایمان شرعی ہی مراد ہے؟ حاشا وکلا پس معلوم ہوا کہ یہاں اٰمَنُوْا سے ایمان لغوی یعنی صرف تصدیق مراد ہے جو ایمان شرعی کا ایک جزء ہے علاوہ ازیں اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہاں پر اٰمَنُوْا سے ایمان شرعی ہی مراد ہے تب بھی مستدل کا مدعا حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ مغائرت تامہ ہی ہو، بلکہ مغائرت ناقصہ بھی کافی ہوتی ہے۔ اور یہ مغائرت ناقصہ ایمان شرعی اور عمل میں پائی جاتی ہے اسلئے کہ ایمان اس حیثیت سے کہ وہ تصدیق، اقرار، عمل کا مجموعہ ہے اس حیثیت سے عمل کا مغائر ہے کیونکہ عمل اس مجموعہ کا ایک جزء ہے۔ جیسا کہ اسی دلیل مذکور میں اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ کا عطف عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پر ہے حالانکہ نماز

اعمال صالحہ کا ایک جزء ہے۔ پس جس طرح ان دونوں میں آپس کی مغائرت خارج نہیں اور نماز اعمال صالحہ سے خارج نہیں ہوتی اسی طرح اٰمَنُوْا اور عَمِلُوْا میں بھی آپس کی مغائرت عمل کو ایمان سے خارج نہیں کرتی۔

تنبیہ اسی طرح کے چند اور دلائل پیش کئے جاتے ہیں جن میں بعض اعمال کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے چونکہ ان دلائل سے استدلال کی تقریر بھی وہی ہے جو اس پہلی دلیل میں مذکور ہوئی۔ لہذا اُن سب کا جواب بھی وہی ہوگا جسے میں نے پہلی دلیل کے جواب میں ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل (۱) مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (پ ۶ ع ۱۰) بعض لوگ زبان سے اٰمَنَّا (ہم ایمان لائے) کا اقرار کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل ایمان (تصدیق) سے خالی ہیں۔

(۲) اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ (پ ۲۸ ع ۳۶) ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان (تصدیق) کو ثابت اور مضبوط کردیا۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا مکان دل کو بتایا ہے۔ اور دل کے ساتھ محض تصدیق ہی کا تعلق ہوسکتا ہے۔ اعمال کا تعلق قطعاً نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان محض تصدیق ہے عمل ایمان سے جدا چیز ہے۔

اسکا جواب یہ استدلال بھی بچند وجوہ صحیح نہیں اولاً اس لئے کہ ان آیات میں اٰمَنَّا اور لَمْ تُؤْمِنْ اور الْاِیْمَان لغوی معنی یعنی بمعنی تصدیق مستعمل ہیں اور ظاہر ہے کہ تصدیق کا محل اور مکان دل ہے اٰمَنَّا وغیرہ کو ایمان کے معنی شرعی پر حمل کرنے کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے ودونہ خرط القتاد ثانیاً بالفرض اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہاں اٰمَنَّا وغیرہ سے ایمان شرعی ہی مراد ہے تب بھی اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ عمل ایمان سے خارج ہے کیونکہ ایمان یا اس کے مشتقات کا جس طرح ایمان شرعی کے مجموعہ پر اطلاق کیا گیا ہے اسی طرح اس کے بعض اجزاء پر بھی جیسا کہ پہلے مذہب کے دلائل سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ ثالثاً یہ آپ نے کیسے کہدیا کہ اعمال کا تعلق دل سے نہیں ہوتا حالانکہ صحیح حدیث میں موجود ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری ج ۱ ص ۲) یعنی اعمال نیتوں سے وابستہ ہیں اور چونکہ نیت کا محل اور مکان دل ہے اسلئے معلوم ہوا کہ اعمال کا تعلق دل سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح تصدیق ایمان شرعی میں داخل ہے اسی طرح عمل بھی ایمان شرعی میں داخل ہے۔ اور اعمال کو ایمان سے خارج کرنیکا دعویٰ قطعاً غلط ہے۔

دوسرے اختلاف میں پہلا مذہب جو لوگ تصدیق، اقرار، عمل کے مجموعہ کو ایمان کہتے ہیں ان کے نزدیک ایمان کم زیادہ بھی ہوتا ہے جو بالکل بدیہی بات ہے کیونکہ قطع نظر تصدیق خود عمل ہی کی کمی زیادتی سے اُن کے نزدیک ایمان کم زیادہ ہوتا ہے اسلئے کہ اعمال انکے نزدیک ایمان کے جزء ہیں پس جسقدر اعمال زیادہ ہونگے ایمان بھی زیادہ ہوگا۔ رہی تصدیق تو وہ بھی ان کے نزدیک کم زیادہ ہوتی ہے چند دلائل عرض کرتا ہوں

پہلی دلیل | اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (پ ۹ ع ۱۵)
اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کے ذکر سے مومنوں کے دلوں میں خوف طاری ہو جاتا ہے اور اس کی آیتوں کی تلاوت مومنوں کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں۔

دوسری دلیل | وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (پ ۱۱ ع ۵۶) جب کوئی سورہ نازل کی جاتی ہے تو منافقین ایکدوسرے سے تنقیداً کہتے ہیں کہ بھلا اس سے کس کا ایمان زیادہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ سورتیں مومنین کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں

تیسری دلیل | وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا (پ ۲۱ ع ۱۹۶) جب مومنوں نے مشرکین کی جنگی جماعتوں کو آنکھ سے دیکھ لیا کہنے لگے اسی کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا سو اللہ اور اس کے رسول اپنے وعدوں میں سچے ہیں۔ اس چیز نے مومنوں میں تصدیق اور تسلیم کو بڑھا دیا۔ اصحاب بصیرت پر مخفی نہیں کہ بسا اوقات صرف اخبار ہی کے ذریعہ بعض چیزوں کا یقین ہو جاتا ہے اور بعد میں جب ان چیزوں کو خود آنکھوں سے دیکھ لیا جاتا ہے تو یقین اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے اسکو خود حدیث نے بھی صراحت اور نہایت ہی وضاحت سے بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا حضورؐ نے لیس الخبر کالمعاینۃ ان اللہ تعالیٰ اخبر موسیٰ بما صنع قومہ فی العجل فلم یلق الالواح فلما عاین ما صنعوا القی الالواح فانکسرت (رواہ احمد مشکوٰۃ ص۵۱۱) سنی ہوئی چیزیں کبھی بھی دیکھی ہوئی کی طرح نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ جسوقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوم کے بت پوجنے کی خبر دی تو موسیٰ پر اتنا اثر نہ ہوا کہ توراۃ کی تختیوں کو پھینک دیں لیکن جب خود اپنی آنکھوں سے ان کی یہ حالت دیکھی تو حیرت اور پریشانی کی وجہ سے توراۃ کی تختیوں کو پھینکدیا جس کی وجہ سے وہ ٹوٹ گئیں۔ یہ تمام دلائل کھلے طور پر اعلان کرتے ہیں کہ ایمان بلکہ خود تصدیق میں زیادتی ہوتی ہے

دوسرے اختلاف میں دوسرا مذہب | امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نزدیک ایمان نام ہے اس تصدیق کا جو حد جزم و اذعان (یقین تک پہنچی ہو ظاہر ہے جو تصدیق اس حد کو پہنچی ہوگی اس میں کمی زیادتی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی زیادتی کا ہونا ناممکن اور محال ہے۔ دلائل وہی ہیں جو پہلے اختلاف میں "دوسرا مذہب" کے دعوے کے ثبوت میں اوپر بیان کئے جا چکے ہیں جن میں لفظ ایمان اور اسکے مشتقات کا ترجمہ تصدیق محض ہے۔

اسکا جواب | یہ مذہب اولاً اسلئے باطل ہے کہ ان تمام دلائل مذکورہ اور غیر مذکورہ میں کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ ایمان وہ تصدیق ہے جو حد جزم و اذعان کو پہنچی ہو پس جب کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایمان اس تصدیق کا نام ہے جو حد جزم و اذعان تک پہنچی ہو بلکہ صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کا

ترجمہ محض تصدیق ہے تو معلوم ہوا کہ اس دعوی کیلئے کوئی دلیل نہیں۔ اور یہ مقولہ مسلمات سے ہے کہ دعوی بلا دلیل قبول خرد نہیں۔ رہی محض تصدیق تو اس کے متعلق ہر سمجھدار کا یہی نظریہ ہے کہ وہ کم زیادہ ہوتی ہے۔ دور کیوں جائیں خود آپ کے دعوی ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق وہ بھی ہے جو حد جزم تک پہنچی ہو اور تصدیق وہ بھی ہے جو اس کے سوا ہو۔ اور ظاہر بات ہے کہ جو اس کے سوا ہوگی وہ کم زیادہ ہوگی بالخصوص ان آیات کے ہوتے ہوئے جن میں ایمان (تصدیق) کی زیادتی کی صراحت ہے۔

ثانیاً اسلئے کہ جو تصدیقیں کہ بقول آپ کے حد اذعان تک پہنچی ہوئی ہیں ان میں بھی کمی زیادتی پائی جاتی ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ باجماع اہل سنت مومن تھے یا بقول آپ کے ان میں ایسی تصدیقیں تھیں جو حد جزم واذعان تک پہنچی ہوئی تھیں لیکن حدیثوں کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایمان بھی ضعف وقوۃ میں مختلف تھا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعض صحابہؓ کے متعلق فرماتے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے متعلق جو بظاہر مومن مجاہد تھا فرمایا کہ یہ جہنمی ہے تو بعض صحابہ ایسے متحیر ہوئے کہ قریب تھے کہ اس خبر میں شک کرنے لگ جائیں حدیث کے الفاظ یہ ہیں فکاد الناس یرتاب (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۵۳۲) اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں کہ قال بینما رجل یسوق بقرۃً اذا عیی فرکبہا فقالت انا لم نُخلق لھذا انما خُلِقنا لحراثۃ الارض فقال الناس سبحان اللہ بقرۃ تکلّمُ فقال رسول اللہ فانی اُومن بہ انا وابوبکر وعمر وما ھما ثمّ الحدیث (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۵۵۹) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی ایک بیل لئے جارہا تھا جب تھک گیا تو بیل پر سوار ہوگیا۔ بیل نے کہا کہ صاحب ہم سواری کیلئے نہیں پیدا ہوئے ہیں بلکہ کھیتی کیلئے پیدا ہوئے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات سنکر تعجب سے سبحان اللہ کہتے ہوئے کہا کہ اچھا بیل بات کرتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو کوئی بڑے تعجب کی بات نہیں۔ مجھے اس پر پورا یقین ہے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بھی اس پر پورا یقین ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت کوئی بھی ان دونوں (ابوبکرؓ وعمرؓ) سے وہاں پر موجود نہ تھے (اس حدیث میں اسی قسم کے چند واقعات اور بھی ہیں جنکو بخوف طوالت ترک کر دیا گیا ہے)۔

میرے بھائیو! کیا ان دونوں حدیثوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود ایمان میں متحد ہونیکے ایمان کی کمی زیادتی میں مختلف تھے بعض صحابہ بقول امام ابوحنیفہؒ کے تصدیق میں حد جزم واذعان تک پہنچ جانیکے باوجود ایک معمولی سے واقعہ کی بنا پر ریب اور شک کے قریب جا پہنچتے ہیں۔ بخلاف بعض دوسرے صحابہ (ابوبکرؓ وعمرؓ) کے کہ ایمان میں ایسے اکمل تر (فولادی لاٹ) تھے جسکی بنا پر خود رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ان بزرگوں کی غیبت میں انکے کمال ایمانی کی شہادت دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ تصدیق مطلقاً ہی نہیں بلکہ وہ تصدیق جو بقول امام ابوحنیفہؒ کے حد جزم واذعان تک پہنچی ہو وہ بھی کم زیادہ ہوتی ہے تو پھر وہ چیز جو اس تصدیق اور عمل کا مجموعہ ہو اسکا کم زیادہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ فقط